مرثیۂ نَو تصنیف

علیؑ و بنتِ علیؑ

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی

مرثیۂ نو تصنیف

علیؑ و بنتِ علیؑ

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب:..........مرثیہ نو تصنیف علیؑ و بنت علیؑ

مرثیہ گو:..........ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی

تاریخِ اشاعت:..........نومبر ۲۰۱۲ء

مطبع:..........الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان

ناشر:..........کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

ہدیہ:..........-/۱۰۰ روپے

انتساب

اپنے پیارے والدین

سید حسن نقوی مرحوم ولد سید محمد خورشید نقوی مرحوم

و

سیدہ سردار فاطمہ زیدی مرحومہ بنتِ سید ظہیر حسین زیدی مرحوم

کے نام جن کی تربیت کی وجہ سے مجھے حرف وصوت کی پہچان ہوئی

(پڑھنے والوں سے التماس ہے کہ میرے تمام مرحومین

کے ایصال ثواب کیلئے سورۂ فاتحہ کی دعا فرمائیں)

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کا فن اور انکی شخصیت	۵
۲	منقبت......علیؑ علیؑ کر کے	۱۱
۳	منقبت......نعرۂ حیدری	۱۳
۴	منقبت......علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر	۱۶
۵	مرثیۂ نو تصنیف......علیؑ و بنتِ علیؑ	۱۹
۶	اختتامی دعا	۳۷
۷	نوحہ	۴۲
۸	الوداعی نوحہ	۴۵

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقویؔ کا فن اور ان کی شخصیت

ڈاکٹر اختر ہاشمی (کراچی)

ناقدین کا کہنا ہے کہ زندہ رہنے والی شاعری وہ ہوتی ہے جس میں معاشرے کی تہذیب وتمدن کا عکس نظر آتا ہو۔ جس معاشرے میں شاعر رہائش پذیر ہے، اس معاشرے کے رجحانات کیا ہیں، اس کے میلانات کیا ہیں، وہ جس زمانے میں سانس لے رہا ہے، اس کے حالات کیسے ہیں، جس خطے میں آباد ہے، وہاں کے موسم کیسے ہیں، وہاں کی سیاسیاتی، معاشیاتی، عمرانیاتی، روایاتی، اقتصادیاتی اور سماجیاتی فضائیں کیسی ہیں۔ کیوں کہ ان تمام واقعات کا اثر شاعر کی زندگی پر پڑتا ہے اور شاعر خوش حال اور آسودہ ہوگا تو وہ بہتر طور پر اپنے معاشرے کی ٹھیک طور پر عکاسی کر سکے گا اور شعر وادب پر اس کی زندگی اثر انداز ہوگی۔ کسی بھی شاعر کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ان حالات وواقعات کا اظہار کرنے کے لئے کس صنف کو اپنا ذریعۂ اظہار بناتا ہے۔

مرثیہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں شاعر اپنے حالات، زمانے کے تغیّرات اور معاشرے کے مختلف رویّوں کو با آسانی بیان کرسکتا ہے۔ کیوں کہ ہمارے اسلاف شعرائے کرام نے اس صنفِ سخن میں اعلیٰ سطح کی اخلاقی وسماجی اقدار کو پیش کیا ہے، جس سے نہ صرف

اُردو ادب کا دامن مالا مال ہوا ہے بلکہ تاریخِ اُردو ادب میں بھی ایک وقیع سرمائے کا اضافہ ہوا ہے۔ شاید یہی وجوہات ہیں کہ سنجیدہ اور اعلیٰ پائے کے شعرائے کرام نے اس صنفِ سخن کو اپناتے ہوئے اس میں اپنا اظہارِ اسلوب پیش کیا ہے۔

ایسی ہی بڑی سوچ رکھنے والے شعرائے کرام میں ایک معتبر نام جناب ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کا بھی ہیں۔ انہوں نے شاعری کی متعدد اصنافِ سخن میں سے مرثیہ نگاری کو اپنایا اور خوب نبھایا ہے۔ کیوں کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا مقام و مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو سمجھ سکتا ہے مگر انسانی تصور اور فراست سے بالا ہے۔ محمدؐ و اہلِ بیت کا مقام و مرتبہ سمجھنے سے تو اللہ تعالیٰ کی معصوم اور نوری مخلوق ملائکہ بھی قاصر ہیں۔ کوئی انسان اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

دنیا کے پہلے باقاعدہ مرثیہ نگار شاعر محمد قلی قطب شاہ سے یہ سلسلہ شروع ہوا تھا اور ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی تک جاری و ساری ہے۔ ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی سمیت بے شمار مرثیہ نگاروں نے حضورِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ بیت کی مدحت کر کے اپنی دنیا کو سنوارا ہے اور عقبیٰ کو نکھارا ہے۔ ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی بھی ایسے ہی خوش نصیبوں میں شامل ہیں اور وہ اعتراف کرتے ہیں کہ آج ان کو جو دنیا و جہان میں عزت، عظمت، دولت، شہرت اور توقیر ملی ہے، وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نسبت کے صدقے ہی میں ملی ہے اور صفِ شعرائے اُردو ادب میں ان کا نام زندہ و تابندہ، پنج تن پاک کی ہی نسبت سے ہے۔

اُردو ادب میں مرثیہ گوئی میں چار چاند لگانے والوں میں ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کا نام بہت اہم ہے۔ وہ مدینۃ الاولیا یعنی ملتان شہر سے تعلق رکھتے ہیں اور انہیں سید وحید الحسن ہاشمی اور ڈاکٹر عاصی کرنالی جیسے معتبر شعرائے کرام کی صحبت میں رہنا نصیب ہوا ہے، جس نے اُن میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مداح سرائی مزید کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے اور جب ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی

مرثیہ نگاری کرتے ہیں تو پاک نفوس کے بار بار ذکر سے ان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ ان کو ایک روحانی تسکین اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نہ صرف خود مرثیہ نگاری کرتے ہیں بلکہ دوسرے شعرائے کرام کو بھی ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اس پاکیزہ صنفِ سخن میں اپنے خیالات کا اظہار کریں، اپنے قلمی جوہر مداح سرائی محمدؐ و آلِ محمدؐ میں دکھائیں اور دنیا و آخرت میں اپنا نام مولائے کائنات کے چاہنے والوں میں لکھائیں۔

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی آج کل آئرلینڈ میں مقیم ہیں اور طب کے شعبہ سے وابستہ ہیں، وہ شعری دینی ادب کے فروغ کے ساتھ ساتھ اپنے طب کے شعبے میں بھی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس پلیٹ فارم سے بھی وہ انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں کہ مولائے کائنات کا فرمانِ عالی شان بھی یہی ہے۔ وہ دیارِ غیر میں رہ کر نہ صرف اپنے مذہب، مسلک اور دینِ حق کا پرچار کر رہے ہیں بلکہ اپنی اُردو زبان اور شعر و ادب کو بھی وسعت دے رہے ہیں۔ ان کی اسی وابستگی اور والہانہ پن کے ثبوت میں ان کے باغ اور شعری مجموعے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکے ہیں اور صاحبانِ شعر و سخن سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کی اُردو شعر و ادب سے والہانہ شیفتگی دیکھتے ہوئے ڈاکٹر سید شبیہ الحسن شہید نے انہیں آئرلینڈ میں ''اُردو شعر و ادب کا سفیر'' قرار دیا تھا اور ڈاکٹر سید شبیہ الحسن شہید نے ان کے ایک مجموعۂ مراثی پر رائے رقم کرتے ہوئے ان الفاظ کو قرطاسِ ادب پر ثبت کیا تھا۔

''ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کی صنفِ مرثیہ سے بے پناہ دلچسپی کا مظہر ان کا مجموعۂ مراثی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ موصوف نے اس صنف کا انتخاب محض اخروی ثواب کے لئے

نہیں کیا بلکہ جملہ فنی تقاضوں کو پیش نظر رکھا اور اس صنف کو فکری و فنی اعتبار سے وہ مرتبہ عطا کیا کہ آج یہ صنف دوسری اصناف کے مقابل کھڑی ہے اور واقعۂ کربلا کے فیض سے یہ صنف سب سے بڑی فتح کا نقارہ بن چکی ہے۔''

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کے مندرجہ ذیل مراثی کے نام میرے ذہن میں ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

پہلا مرثیہ	جنابِ فاطمہؑ
دوسرا مرثیہ	قیامِ حسینؑ
تیسرا مرثیہ	عصمت مآب سیدہ زینبؑ
چوتھا مرثیہ	العباسؑ
پانچواں مرثیہ	حضرت علی اکبرؑ
چھٹا مرثیہ	سیدہ سکینہ بنت الحسینؑ
ساتواں مرثیہ	حضرت علی اصغرؑ
آٹھواں مرثیہ	یا صاحب الزمانؑ

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کے درج بالا آٹھ مرثیوں کے عنوان بھی آلِ محمدؐ کی مداح سرائی اور والہانہ عقیدت سے بھرپور ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی نے مرثیے کہے ہوں گے۔ یہ مرثیہ نگاری ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کو دنیائے شعر وادب میں زندہ رکھنے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت میں زندہ رہنے اور جاوید کرنے کا وسیلہ وذریعہ ہے۔ قوی امید ہے کہ ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کا سفر مرثیہ گوئی اسی آب وتاب آفتاب اور روشنیٔ ماہتاب کی مانند نہ صرف جاری وساری رہے گا بلکہ ایک عالم روحانیت وعقیدت کو تا دیر منور رکھے گا۔

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی با اخلاق و با کردار اور ملنسار انسان ہیں جو نہ صرف اپنے پیشے

سے مخلص ہیں بلکہ شعر وادب کے ساتھ ساتھ انسانیت کی فلاح و بہبود کرنے والے بھی ہیں۔

بہت سے شاعر وادیب بدمزاج اور غصیلے ہوتے ہیں جن سے دوسرا لوگ ملنے سے گریز کرتے ہیں مگر ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی میں ان باتوں کے برعکس خوش مزاجی ہے، وہ حلیم الطبع واقع ہوئے ہیں۔ انسان کو انسان سمجھتے ہیں اور ہر ایک سے نرم لب و لہجے میں بات کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ان کے آبائی شہر ملتان میں، ان کے اپنے وطن پاکستان میں بلکہ آئر لینڈ میں بھی ان کے گرویدہ اشخاص کی کمی نہیں ہیں۔ ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی میں یہ خوبی ہے کہ وہ جہاں بھی جاتے ہیں، اپنی شیریں زبانی سے ہر ایک شخص کا دل موہ لیتے ہیں۔ یہی باتیں ان کے اشعار میں پائی جاتی ہیں بلکہ وہ بدلتے ہوئے معاشرتی حالات کے بارے میں سوچ سوچ کر کڑھتے رہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مرثیوں میں بھی انسان کے انسان کو دیئے گئے رنج والم، زخم و درد، سماج میں ہونے والی ناانصافی، معاشرے کی عدم مساوات، رسوم ورواج کی بے جا زیادتی، مسلمان قوم کی بدحالی اور اخلاقی اقدار کی زبوں حالی کا بیان تسلسل سے ملتا ہے۔ وہ عہدِ موجود کے انسان کی پست ذہنی اور گری ہوئی فکری بدحالی کا رونا روتے ہیں اور اس کی حیوانیت اور شیطانیت کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں۔

کسی نقاد کی غیر جانب دار رائے ایک شاعر وادیب کو دنیائے ادب میں اس کا مناسب مقام ومرتبہ عطا کرتی ہے۔ ڈاکٹر سید شبیہ الحسن شہید نے ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی کے بارے میں اپنی مؤقر رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا، جس سے ہمیں ان کے مقام ومرتبے کے تعین کرنے میں مدد ملتی ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شاعری عصرِ حاضر کی نمائندگی کرتی ہے۔

''ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی ایک وسیع تناظر کے حامل تخلیق کار ہیں۔ یورپ میں قیام کے دوران انہوں نے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی طرح مغربی معاشرے کے منفی اور مثبت دونوں

پہلوؤں کا عمیق نگاہی سے مطالعہ کیا ہے۔ اہل یورپ کل کی طرح آج بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ یہ امر انتہائی الم ناک ہے کہ بھولے بھالے مسلمانوں نے مغربی سامراج کو اپنا ماڈل بنالیا ہے اور اہل یورپ نے ان کم فہم مسلمانوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہوا و ہوس کے جال میں جکڑ لیا ہے۔'' ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی اس صورت حال سے کبیدہ خاطر ہیں اور انہیں احساس ہے کہ مسلمانوں نے ایک جانب تو اسلامی تہذیب و ثقافت سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے اور دوسری جانب اسلامی تعلیمات ان کے لئے بے معنی ہوگی ہیں۔

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کا اسلوب بیان انتہائی سادہ سلیس اور سریع الاثر ہے۔ وہ دل کی بات قارئین کے دلوں تک پہنچانے کے متمنی ہوتے ہیں اور اسی باعث ان کا اسلوب عام فہم ہوتا ہے۔ لفظ شناس ہونے کے باعث وہ اپنے مرثیوں میں خوامخواہ دقیق یا گنجلک الفاظ استعمال کرنے کی کاوش ہی نہیں کرتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک فکری روشنی ہے جو ہمارے قلوب و اذہان کو منور کرتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر ابوالحسن نقوی نے صنائع و بدائع اور تشبیہات و استعارات کا برمحل استعمال بھی کیا ہے۔ ان کے مرثیوں میں مستعملہ تراکیب و مرکبات بھی ان کے شعری ذوق اور لفظ شناسی پر دال ہیں۔

ڈاکٹر سید ابوالحسن نقوی پاکستان سے دور ہونے کے باوجود اپنی اُردو زبان اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے اسی طرح منسلک رہیں گے اور اپنے شعری افکار سے ہمارے قلوب و اذہان کو معطر کرتے رہیں گے۔

☆......☆......☆

منقبت

مراد اپنی وہ پائے علیؑ علیؑ کر کے
جو ہاتھ اپنا اٹھائے علیؑ علیؑ کر کے

تمام عمر گزاری علیؑ علیؑ کرتے
تمام لمحے بتائے علیؑ علیؑ کر کے

خدا گواہ وہ مانندِ خیبری در تھے
جو بوجھ ہم نے اٹھائے علیؑ علیؑ کر کے

وہ رابطے جو خدا و رسولؐ والے تھے
جہاں میں ہم نے بنائے علیؑ علیؑ کر کے

جو پیشوا کبھی آئے کسی بھی مشکل میں
درِ بتولؑ پہ آئے علیؑ علیؑ کرکے

ملنگِ شاہِ نجف ہے وہ اِک حلالی ہے
جہاں کو وہ یہ بتائے علیؑ علیؑ کرکے

وہ حشر میں بڑی مشکل میں ہوگا اے نقویؔ
جو اس جہاں سے نہ جائے علیؑ علیؑ کرکے

☆☆☆

منقبت

نعرۂ حیدری

رب کا احسان ہے نعرۂ حیدری
حق کی پہچان ہے نعرۂ حیدری

گر علیؑ کو ولی ہی سمجھتا ہے تو
کس لئے یا علیؑ سے بدکتا ہے تو
دیکھ لے پوچھ لے جاکے خیبر میں تو
کس کا اعلان ہے نعرۂ حیدری

موت کے بعد مجھ کو اٹھایا گیا
نیند گہری تھی پھر بھی جگایا گیا
آنکھ کھلتے ہی میں نے ملک سے کہا
میری پہچان ہے نعرۂ حیدری

یا علیؑ یا علیؑ جب بھی کہتا ہوں میں
ذکرِ مولا علیؑ میں یوں رہتا ہوں میں
مجھ گنہگار کی بخششوں کے لئے
ایک سامان ہے نعرۂ حیدری

کھا کے ٹھوکر کبھی وہ سنبھلتا نہیں
منہ سے جسکے یہ نعرہ نکلتا نہیں
گر ہو دل میں ولائے علیؑ موجزن
پھر تو آسان ہے نعرۂ حیدری

اس سے سانسیں مری اس سے ہے زندگی
میرے ہر ہر نفس میں ہے نادِ علیؑ
دل کی دھڑکن مُجوی ہے اسی نام سے
اور مری جان ہے نعرۂ حیدری

درد ہو گر ہمیں ہم چھپاتے نہیں
پاس تیرے طبیبوں کے جاتے نہیں
آزمایا ہوا ہے ہر اک درد کا
یک درمان ہے نعرۂ حیدری

جب بھی نعرہ علیؑ کا لگاتے ہیں ہم
دشمنِ پنجتنؑ کو بھگاتے ہیں ہم
آج کے دور میں کل بشر کیلئے
کُلِ ایمان ہے نعرۂ حیدری

جب بھی نقویؔ نے منہ سے کہا یا علیؑ
نور کی ایک مشعل سی دل میں جلی
ہم کو معلوم ہے مومنوں کے لئے
ذکرِ قرآن ہے نعرۂ حیدری

☆☆☆

منقبت

علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

بنے گا تو بھی قسمت کا سکندر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

ترا دشمن ہو گر سارا زمانہ
درِ باطل پہ سر کو مت جھکانا
ابوذر کی طرح مانندِ قنبر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

تجھے بچپن میں ماں نے جو سکھایا
تری گھٹی میں تجھ کو جو پلایا
برائے عصمت و توقیرِ مادر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

اگر جلتے ہیں تو جل جائیں سارے
اگر ہو زندگی پھر کون مارے
ہر اک بستی میں ہر کوچے میں گھر گھر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

یہ مانا تُو ہے پروانہ نبیؐ کا
تو کر کچھ یاد فرمانا نبیؐ کا
کیا کرتے تھے خود اکثر پیمبرؐ
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

جہاں بھی ہو مسلمانوں کا مجمع
بھٹکتے پھرتے انسانوں کا مجمع
بنا کر پھر غدیرِ خم کا ممبر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

کسی مومن کو سوتا دیکھ کر تو
کسی بزدل کو روتا دیکھ کر تو
نہ بھولا کر شبِ ہجرت کا منظر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

ارے تو ناسمجھ انسان مت بن
نہ حق سے دور ہو شیطان مت بن
کہیں دنیا تجھے مارے نہ پتھر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کرتو

توکرلے دور دل کی سب خرابی
علیؑ کے پاس ہے جنت کی چابی
اگر پینا ہے تجھ کو جامِ کوثر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

اگر نقوی تجھے دنیا ستائے
کوئی مشکل تری راہوں میں آئے
اگر خواہش ہے کہ کھائے نہ ٹھوکر
علیؑ مولا علیؑ مولا کیا کر

مرثیۂ نوتصنیف

علیؑ وبنتِ علیؑ

کوفہ میں جب علیؑ کی خلافت کا دور تھا
ختمِ الرسل کی اصل نیابت کا دور تھا
اسلام کی حقیقی قیادت کا دور تھا
یوں دشمنانِ دیں پہ قیامت کا دور تھا
وہ عدل ہورہا تھا جہاں کے نظام میں
جس کا ہوا ہے حکم خدا کے کلام میں

ممبر پہ جلوہ فرما تھا اک فخرِ انبیا
دیکھے وہ عرش میں بھی ہے جو کچھ چھپا ہوا
مظہر تھا اپنی ذات میں جو شانِ کبریا
پلٹائے جسکے کہنے سے سورج کو بھی خدا
مرضی خدا کی جس نے کمائی وہی علیؑ
جس کو رسول کہتے تھے بھائی وہی علیؑ

یہ وہ علیؑ ہے جو ہے جہاں میں خدا کا شیر
مرحب کو جس نے چشم زدن میں کیا تھا زیر
کار خدائے پاک میں کرتا نہیں جو دیر
میداں میں ہو تو بھاگیں عدو منہ کو پھیر پھیر
لشکر کو جو عدو کے، پلوں میں اجاڑ دے
انگشت کے اشارے سے خیبر اُکھاڑ دے

جس کی رگوں میں محسنِ اسلام کا لہو
جسکے چلن میں احمدِ مرسلؐ کے رنگ و بو
تھی گھر میں جسکے فاطمہؑ زہرا سی آبرو
میداں میں جسکے خوف سے لرزاں رہے عدو
خیبر میں جس کو کہہ کہ بلایا گیا رجل
اسکے مقابلے میں جو آئے وہ کفر کل

ممبر پہ بیٹھ کر جو سلونی کی دے صدا
کرتا ہے جو نماز میں انگشتری عطا
ٹکڑے قمر کے ہوں جو اشارہ کرے ذرا
میداں میں جسکو عرش سے تلوار دے خدا
اس کا ہوا ظہور خدا کے مکان میں
لہجے میں جسکے بولا خدا آسمان میں

نبیوں کی بھی سند تھی خدا کے ولی کے پاس
رہتا تھا زندگی میں سدا زندگی کے پاس
علمِ خدا کی روشنی تھی روشنی کے پاس
تھی باگ ڈور عقل کی مردِ جری کے پاس
مولا علیؑ کے دور میں انساں کی قدر تھی
انسان کیا وہاں پہ تو حیواں کی قدر تھی

تھا شادباد کوفے میں بنتِ نبیؐ کا گھر
اولاد سیدہؑ تھی زمانے میں معتبر
اہلِ حرم کو ہوتا تھا درپیش جب سفر
لوگوں کی احترام میں اُٹھتی نہ تھی نظر
نکلیں کبھی جو بیبیاں کوفہ کی راہ میں
عباسؑ کی وہ رہتی تھیں ہر پل پناہ میں

پردے کا خاص طور پہ ہوتا تھا اہتمام
لیتے تھے اپنے ہاتھ میں عباسؑ انتظام
نظریں جھکائے رہتے تھے راہوں پہ خاص و عام
آہستگی سے کرتے تھے آپس میں بھی کلام
جس راہ سے گزرتی تھیں زہراؑ کی بیٹیاں
اس پر بہ احترام ٹھہرتے تھے کارواں

عباسؑ قافلے میں جو ہوتے تھے ہر گھڑی
پُر اعتماد رہتی تھیں سیدانیاں سبھی
بھائی نہ ہوتا ساتھ تو ہوجاتی تھیں دُکھی
غازیؑ سے کہتے رہتے تھے اکثر حسینؑ بھی
زینبؑ نہ سہہ سکے گی تمہاری جدائی کو
عباسؑ تم پہ ناز ہے زہراؑ کی جائی کو

ہوتا روانہ جب کبھی زینبؑ کا قافلہ
محمل کے ساتھ چلتے تھے عباسؑ باوفا
بی بی اٹھا کے ہاتھ یہی کرتی تھیں دعا
شیرِ خدا کا شیر سلامت رہے سدا
یہ بھائیوں کا زور ہے بہنوں کی جان ہے
شیرِ خدا کے شیر پہ کنبے کو مان ہے

انصاف تھا علیؑ کے زمانے کا امتیاز
جو اہل تھے وہی ہوئے عہدوں پہ سرفراز
گہوارہ امن کا بنا وہ خطۂ حجاز
تختِ امیرِ شام کا باقی نہ تھا جواز
جب شام کی زمیں میں بسا ظلم و جبر تھا
سایہ علیؑ کا دھوپ میں مانندِ ابر تھا

بچوں کے ، عورتوں کے لئے ، مرد کیلئے
یکساں نظامِ عدل تھا ہر فرد کیلئے
مشکل تھا وقت ظالمِ بیدرد کیلئے
درماں تھا مومنوں کے ہر اک درد کیلئے
دامن علیؑ کا تھام کے سب ساتھ چل پڑے
لیکن منافقین کے ماتھے پہ بل پڑے

مرکز منافقین کا تھا شام کی زمیں
کرنے لگے عوام بھی بس جھوٹ پر یقیں
حاکم وہاں کا بن گیا تھا مارِ آستیں
دنیا میں اک مذاق بنا انبیاؑ کا دیں
آئے منافقین جو حیدرؑ کے سامنے
ہر چیز ماند پڑنے لگی زر کے سامنے

لالچ مرض ہے ایسا کہ جسکا نہیں علاج
حاکم بھی خوب جانتا تھا قوم کا مزاج
منبر سے کسرِ شانِ علیؑ کا پڑا رواج
عیاشیوں سے اور بگڑتا گیا سماج
وہ جھوٹ تھا کہ سانس حقائق کا گھٹ گیا
دامن علیؑ کا ہاتھ سے لوگوں کے چھٹ گیا

حاکم سے دھوکہ کھانے لگے تھے جو اہل شام
لشکر نئے بنانے لگے تھے جو اہلِ شام
بیعت سے منہ پھرانے لگے تھے جو اہلِ شام
بنیادِ حق گرانے لگے تھے جو اہلِ شام

یوں اہلِ شام دین کے کعبے سے پھر گئے
مولا علیؑ مفاد پرستوں میں گھر گئے

اک حیلہ گر علیؑ کے مقابل کھڑا ہوا
بزدل تھا پر جری کے مقابل کھڑا ہوا
اللہ کے ولی کے مقابل کھڑا ہوا
کج فہم آگہی کے مقابل کھڑا ہوا

امت کی منزلت کیلئے دین کیلئے
مولا علیؑ نکل پڑے صفین کیلئے

امت کا ہر رویّہ علیؑ سے عجیب تھا
ذلت میں ڈوب جانا ہی انکا نصیب تھا
مولا امیر ہوکے بھی کتنا غریب تھا
شیرِ خدا جو فتحِ مبیں کے قریب تھا

کچھ اس طرح سے جنگ کی تصویر بن گئی
اُمت علیؑ کے پاؤں کی زنجیر بن گئی

اس دن سے سازشوں میں گھرے شیرِ کبریا
آغاز تب سے ہی ہوئی اُمت کی ابتلا
بس اس گھڑی رکھی گئی بنیاد کربلا
مولا علیؑ نے چھوڑ دیا پھر وہ معرکہ

جانے لگے منافقین جب دین چھوڑ کر
مولا علیؑ چلے گئے صفین چھوڑ کر

میداں میں جب نہ کرسکی تلوار فیصلہ
سجدے میں وار مولا علیؑ پر کیا گیا
ملکِ عدم سدھار گئے شاہِ مرتضیٰؑ
مولا حسنؑ کے سربندھی دستارِ مصطفیٰؐ

افسوس لوگ آپ کی بیعت سے پھر گئے
سبطِ نبی بھی سازشی ٹولے میں گھر گئے

حجت امامِ وقت نے کی اس گھڑی تمام
اصحاب کو جہاد کا بھیجا گیا پیام
افسوس کہ جہان میں تنہا ہوئے امام
اور بڑھ گیا لعین کی فوجوں کا اژدہام

اُمت رسولِ پاکؐ کی غفلت میں سوگئی
مثلِ رسولؐ صلح لعینوں سے ہوگئی

معلوم تھا امام کو حاکم ہے بے ضمیر
بد عہد وبد عقیدہ ہے مروان کا امیر
تھا حکمران شام کا شیطان کا سفیر
ڈھائے گئے وہ ظلم کہ جس کی نہیں نظیر

ظالم تھے اہلِ شام بڑے بے ضمیر تھے
ظلم و ستم کے لاشۂ شبیرؑ پہ تیر تھے

کیسے یزید بیٹھتا اس وقت چین سے
تھا خوف اس کو فاطمہ کے نورِ عینؑ سے
آیا مخالفت میں بڑے شوروشین سے
بیعت کا خواہاں تھا وہ جنابِ حسینؑ سے

ظالم یزید اپنی خباثت پہ تل گیا
اسلام دشمنوں کا وہاں راز کھل گیا

گودی میں تھا نبی کی پلا ابنِ بوتراب
کس طرح ظلم دیکھے بھلا ابنِ بوتراب
اہلِ حرم کو لے کہ چلا ابنِ بوتراب
پہنچا قریب دشتِ بلا ابنِ بوتراب

سارا زمانہ آلِ محمدؐ سے پھر گیا
کرب و بلا میں نرغۂ اعدا میں گھر گیا

جنگل تھا مشکلات تھیں اور عترتِ رسولؐ
مرجھا رہے تھے پیاس سے باغِ نبیؐ کے پھول
شبیر کو عزیز تھے اسلام کے اصول
اس واسطے یزید کی بیعت نہ کی قبول

خاموش رہ سکا نہ خلیفہ کے ڈھنگ پر
ابنِ علیؑ بھی ہوگیا آمادہ جنگ پر

معلوم تھا امام کو یہ فوج ہے قلیل
ظالم کے واسطے رہی کافی نہ اب دلیل
رسوا ہے دین، اور ہے انسان اب ذلیل
واجب ہوئی ہے حرمتِ اسلام کی سبیل

مشکل تھا وقت زینبؑ دلگیر کیلئے
عاشور کا دن آگیا شبیرؑ کیلئے

دسویں کے روز سج گیا میدانِ کربلا
محوِ نمازِ فجر تھے اصحابِ باوفا
اصحابِ شاہِ دیں کی شہادت کا سلسلہ
اور دیدنی تھا دشت میں ماؤں کا حوصلہ

مقتل سے ہر شہید کو لاتے رہے حسینؑ
لاشِ جوان و پیر اٹھاتے رہے حسینؑ

گھوڑے سے اک جوان گرا سب کے سامنے
شہ نے جھکایا شکر سے سر رب کے سامنے
ٹھہرا نہ کوئی شاہ کے منصب کے سامنے
بیٹے شہید ہوگئے زینبؑ کے سامنے

اصغرؑ کا خون خونِ شہیداں پہ چھا گیا
کرب وبلا میں عصر کا ہنگام آ گیا

تنہا ہوئے حسینؑ جو اس ریگزار میں
بنتِ علیؑ تھی مبتلا اک اضطرار میں
تھا خوف بے رِدائی دلِ بیقرار میں
ہوتا اگر بہن کے ذرا اختیار میں

امت کے حق میں دیں کی بھلائی کے واسطے
تلوار کھینچ لیتی وہ بھائی کے واسطے

القصہ جنگ کیلئے نکلا علیؑ کا لال
وہ جنگ کی کہ جس کی نہیں ہے کوئی مثال
یاد آ گیا عوام کو صفین کا جلال
زخمی ہوئے بہن کا پھر آنے لگا خیال

وہ زخم تھے سنبھل نہ سکے شاہ زین پر
گھوڑے کی پشت سے گرے جلتی زمین پر

اک شور تھا کہ گر گیا زہراؑ کا مہ لقا
مابین عرش و فرش تھی آواز جاں فزا
بنت علیؑ کے سر سے گری خاک پر ردا
زینبؑ گریں جو گر گیا ماں جایا لاڈلا

زخمی پسر تھا فاتحِ بدر و حنین کا
دیکھا تڑپتا ریت پہ لاشہ حسینؑ کا

خنجر بکف جو شمر بڑھا سوئے شاہِ دیں
پہنچا قریبِ شاہ جو وہ نطفۂ لعیں
تھرا گئی تھی درد سے اس دشت کی زمیں
نوحہ کناں تھیں دیکھ کے یہ زینبؑ حزیں

مابین عرش و فرش ملائک تھے اشکبار
مطلق ڈرا نہ بین سے ظالم ستم شعار

سینے پہ جب حسینؑ کے قاتل سوار تھا
بے چین قبر میں شہ دُلدُل سوار تھا
زہراؑ کا دل پسر کیلئے بے قرار تھا
نانا کو لاڈلے کا بہت انتظار تھا

زینبؑ کے حق میں وقت وہ بھاری تھا اور کڑا
دکھ بھائی کا سبھی کی جدائی سے تھا بڑا

کہتی تھی کے نماز تو کر لینے دو تمام
ہے تین روز سے شہِ مظلوم تشنہ کام
اتنا رہے خیال کہ ہے وقت کا امام
اس پر درود بھیجتے ہیں انبیاؑ سلام
یہ وہ ہے کہ جو گود میں زہراؑ کی ہے پلا
یہ گھٹنیوں رسولؐ کے سائے میں ہے چلا

ظالم ہو واسطہ تجھے مولا کے نام کا
اے شمر واسطہ ہے رسولؐ انام کا
پانی پلادے بس ہے سوال اِیک جام کا
بدلہ تجھے ملے گا خوشی کے پیام کا
اک گھونٹ اس کو پانی پلادے جو ہوسکے
زخموں سے گرم ریت چھڑادے جو ہوسکے

پھر کرکے منہ مدینے کی جانب کیے یہ بین
نانا کہاں ہو آؤ کہ مشکل میں ہے حسینؑ
گھوڑے سے آیا ریت پہ زہراؑ کا نورِ عین
خنجر کی زد میں آگیا اب شاہِ مشرقین
اے بیکسوں کے سید و سردار المدد
اس کے لئے ہے خنجر خونخوار المدد

پھر زینبؑ ملول نے مادر کو دی صدا
گھوڑے سے ریت پر گرا حیدرؑ کا مہ لقا
نرغے میں ظالموں کے تمہارا ہے لاڈلا
خوں بار ہے نظارۂ میدانِ کربلا
تنہا کھڑی ہوں کوئی سہارا نہیں یہاں
یہ دکھ بھی مجھ میں سہنے کا یارا نہیں یہاں

پھر دیکھ کر فرات کو دیتی تھی یہ صدا
بھیا تمہارا نام ہے عباسِؑ باوفا
مقتل میں شاہِ دیں پہ ہونے کو ہے جفا
ہے سینۂ حسینؑ پہ قاتل چڑھا ہوا
مقتل کا سینہ درد سے پھٹ جائے نہ کہیں
گردن میرے حسینؑ کی کٹ جائے نہ کہیں

عباسؑ وہ جلال وہ لشکر ہوا کہاں
وہ دبدبہ وہ ثانیٔ جعفر ہوا کہاں
وہ بھائی وہ وفاؤں کا پیکر ہوا کہاں
میرا جری وہ میرا دلاور ہوا کہاں
ہونے کو اب ہے حرمتِ سادات پائمال
بھیا تمہاری بہن کی چادر کا ہے سوال

کرتی تھی بین دشت میں تنہا جگر فگار
مطلق ڈرے نہ نالۂ زینبؑ سے بد شعار
گردن پہ شہ کی پھرگئی خنجر کی تیز دھار
سب انبیاؑ ملول ملائک تھے اشکبار
غم سے کلیجہ دیکھنے والوں کا پھٹ گیا
سرشاہ دیں کا دشت مصیبت میں کٹ گیا

نوکِ سناں پہ آگیا اسلام کا شجر
بیمار جھک گیا سرِ اقدس کو دیکھ کر
پھر غش ہوا خیام میں سادات کا قمر
سیدانیاں تھیں حالتِ عابدؑ پہ نوحہ گر
سورج چھپا تو دشت میں وحشت سی چھاگئی
کرب وبلا میں شام غریبوں پہ آگئی

ہر سو اندھیرا چھا گیا دن ہوگیا تمام
چاروں طرف سے آئی اُمڈ کر سیاہِ شام
دشتِ بلا میں جلنے لگے شاہ کے خیام
اہلِ حرم کا لٹ گیا اسباب پھر تمام
جب آگ نے لپیٹ لیا سب خیام کو
زینبؑ نے آگے بڑھ کے بچایا امامؑ کو

مقتل کا گھپ اندھیرا وہ بچے وہ بیبیاں
وہ سربریدہ لاشے ، سکینہؑ کی سسکیاں
وہ سنگدل زمین وہ بے رحم آسماں
بنتِ علیؑ تھی دشت میں اب میر کارواں
شامِ غریباں قتلِ حسینؑ بھلاگئی
عباسؑ بن کے دشت میں پہرے پہ آگئی

سوکھی ہوئی تھی پیاس سے ہر طفل کی زباں
صدمے سے اب نڈھال تھیں مقتل میں بیبیاں
صحرا میں چار سمت تھا اِک خوف کا سماں
اب بھی سنائی دیتی تھیں بچوں کی سسکیاں
بی بی کے واسطے بڑی مشکل کا وقت تھا
یہ امتحان آلِ محمدؐ پہ سخت تھا

فریاد تھا کہ آیئے مشکل کشا علیؑ
مرجھا گئی ہے باغِ نبوت کی ہر کلی
بچے ہیں بے ہواس اے کونین کے ولی
اب مسندِ رسول بھی اِس آگ میں جلی
مشکل پڑی ہے دشت میں چھڑواؤ اے پدر
امداد میری کرنے کو آجاؤ اے پدر

مقتل کا گھپ اندھیرا اور افواجِ اشقیا
کرنے لگی وہ فرض حفاظت کا یوں ادا
پھرنے لگی خیام کے چوگرد سیدہ
بے کس کا ساتھ دینے کو کوئی نہیں رہا
چوکس کھڑی تھی خیمۂ برباد کے لئے
جنگل میں اشکبار تھی سجاد کے لئے

پھرتی تھیں گرد خیمے کے زینبؑ جگر فگار
ناگاہ غم زدہ کو نظر آیا اِک سوار
اُس کا ارادہ ہوگیا زینبؑ پہ آشکار
بولی قدم بڑھے نہ خبردار ہوشیار
غصے میں آکے اُس کی طرف سیدہ چلی
خیمے کی سمت آگیا بڑھ کر وہ اجنبی

غصے میں بولی کھینچ کہ بنتِ علیؑ لگام
اے شخص اک قدم نہ بڑھے اَب سوئے خیام
لازم ہے سب کو آلِ محمدؐ کا احترام
عباسؑ میرا بھائی ہے بابا علیؑ امام
سر تن سے کاٹ دوں یہ مرا اختیار ہے
میری رگوں میں خون شہِ ذوالفقار ہے

سن کر یہ پھر نقاب اُلٹ دی سوار نے
دیکھا علیؑ ہیں سامنے اس دل فگار نے
اب تک کیا تھا صبر جو عالی وقار نے
رو کر کہا یہ بابا سے اُس سوگوار نے
بادل ہمارے سر پہ مصیبت کے چھا گئے
جب سارا گھر اُجڑ گیا اب آپ آگئے

غازیؑ نے مشک لاتے ہوئے یا علیؑ کہا
شہ نے لحد بناتے ہوئے یا علیؑ کہا
لاشِ پسر اٹھاتے ہوئے یا علیؑ کہا
قاسمؑ نے گرز کھاتے ہوئے یا علیؑ کہا
اکبرؑ نے مرتے وقت پکارا تھا آپکو
اس وقت آنا کیوں نہ گوارا تھا آپ کو

میرے جوان شیر کو بے درد نے مارا
نیزہ علی اکبرؑ کے کلیجے میں اُتارا
قتلِ حسینؑ پاک کا دیکھا ہے نظارا
آپ آگئے ہوتے تو بہت ہوتا سہارا
زہراؑ کی نسل آج یوں برباد نہ ہوتی
اس طرح قتل آپ کی اولاد نہ ہوتی

بھائی کو مرے سامنے مارا نہ آئے آپ
سرتن سے جب لعیں نے اتارا نہ آئے آپ
اسباب لٹ رہا تھا ہمارا نہ آئے آپ
چادر کو میرے سر سے اتارا نہ آئے آپ
چلتا رہا حسینؑ پہ خنجر نہ آسکے
اک دوپہر میں لٹ گیا سب گھر نہ آسکے

خیمے میں چل کے دیکھئے اہلِ حرم کا حال
زہراؑ کے گھر کو آگیا اک پہر میں زوال
پیاسے ہیں کر رہے ہیں فقط آب کا سوال
بابا مجھے نہیں ہے شہیدوں کا اب ملال
دکھ ہے مجھے نشانی مادر نہیں رہی
سرڈھانپنے کے واسطے چادر نہیں رہی

سن کر یہ بولے بیٹی سے حیدر بچشم تر
زینبؑ مری نظر میں ہے اب شام کا سفر
تجھ کو پھرایا جائے گا سرننگے در بدر
ہوگی طلوع پھر کہیں اسلام کی سحر
جو انبیا نہ کرسکے یہ ایسا کام ہے
زینبؑ تمہارے صبر کو میرا سلام ہے

اختتامی دعا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

اٹھتا نہیں ہے شاہ سے اَب لاشۂ اکبرؑ
کچھ آکے مدد کیجئے عباسؑ دلاور
ناصر ہے کوئی اور نہ ہمدرد نہ یاور
قومِ جفا میں گھر گئے میدان میں سرور

یا رب ہے تجھے شاہ کے دلبر کا واسطہ
نیزے کی اَنی سینہ اکبرؑ کا واسطہ
ذکرِ حسینؑ کرنے کی توفیق کر عطا
جب تک جیوں میں اسوۂ شبیرؑ پہ چلا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

اصغرؑ کو لے کے آئے تھے میدان میں سرور
مادر نے دل پہ رکھ لیا تھا صبر کا پتھر
خیمے سے دیکھتی تھی وہ بچے کو برابر
افسوس نہ پانی ہوا دلبر کو میسر

اے کل کے مددگار تجھے تیر کا صدقہ
جس کا چھدا گلا اُسی بے شیر کا صدقہ
کرتے ہیں گڑگڑا کے جو اولاد کی دعا
بے شیر کا صدقہ انہیں اولاد کر عطا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

قاسمؑ کی مدد کیلئے جب آئے تھے سرور
بھاگا ادھر ادھر وہاں کفار کا لشکر
پامال ہوا گھوڑوں کی ٹاپوں سے وہ دلبر
لاشہ سمیٹا شاہ نے پھر کھول کے چادر

دیتا ہوں واسطہ تجھے زنجیر و رسن کا
ابن حسنؑ کے پھول سے پامال بدن کا
مفلس کو دکھا اپنے خزانے کا راستہ
مقروض کا ہر قرض ہو اَب غیب سے ادا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

کرب و بلا میں آگیا اَب عصر کا ہنگام
گھوڑے سے گرے دشت میں شبیرؑ تشنہ کام
سجدہ ہی کررہا تھا ابھی وقت کا امام
پیاسے گلے پہ چلنے لگا خنجرِ دشنام

آکر جو لٹا دشت میں اس گھر کا واسطہ
کٹ کر جو چڑھا نیزے پہ اُس سر کا واسطہ
جو مومنین جاچکے دنیا سے اے خدا
ان سب کو کر شفاعتِ مولا علیؑ عطا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

بلوے میں سر برہنہ تھے اہلِ حرم تمام
بازار کے کنارے تھا لوگوں کا اژدہام
مجبور وناتواں رہا سجاد سا امام
ہنستے تھے دیکھ دیکھ کے قیدی کو اہلِ شام

اے رب جہاں سید سجادؑ کا صدقہ
اور شام کے بازار کی افتاد کا صدقہ
چلتا رہے یہ تعزیہ داری کا سلسلہ
باقی رہے سروں پہ خواتین کے رِدا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

کمسن جو قید خانے میں روتی تھی رات بھر
رو رو کے مانگتی تھی جو اپنے پدر کا سر
آخر کو ختم ہوگیا بچی کا واں سفر
لاشہ تھا اس یتیم کا زنداں کی خاک پر

یا رب تجھے مظلومۂ زنداں کا واسطہ
کونین کی اس پارۂ قرآں کا واسطہ
جو بے گناہ قید ہیں ہوجائیں وہ رہا
بیمار جو جہاں ہیں ابھی پائیں وہ شفا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

غم دل میں شاہ دیں کا چھپاتے ہیں آج تک
قندیلِ حریّت کو جلاتے ہیں آج تک
ہم پرچمِ حسینؑ اٹھاتے ہیں آج تک
ظالم بھی زخم دل پہ لگاتے ہیں آج تک

مومن کا سر بدن سے کیا جاتا ہے جدا
ذکرِ حسینؑ پاک یہاں جرم بن گیا
اَب مومنین کا کوئی والی نہیں رہا
ہو جلد اَب ظہور ہمارے امامؑ کا

عباسؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کے خدا
کرلے قبول شہ کے عزادار کی دعا

نوحہ

واحسینا کی زمانے میں صدا ہے لوگو
قافلہ کس کا یہ جنگل میں لٹا ہے لوگو

واحسینا

چکیاں پیس کے پالا تھا جسے مادر نے
کند خنجر سے گلا اس کا کٹا ہے لوگو

واحسینا

تیر مارا ہے پھر آئی تھی زباں ہونٹوں پر
ایک بے شیر کی اتنی سی خطا ہے لوگو

واحسینا

واحسینا کی صدا پر وہ لرز جاتا ہے
ایک لاشہ لب دریا جو پڑا ہے لوگو

واحسینا

چھین کر کان سے دُر منہ پہ طمانچے مارے
جانے کس جرم کی بچی کو سزا ہے لوگو

واحسینا

پاؤں چھوٹے تھے رکابوں سے نکل جاتے تھے
اس طرح قاسمؑ ناشاد لڑا ہے لوگو

واحسینا

ہے یہی دینِ الٰہی کی بقا کا ضامن
نوکِ نیزہ پہ جو سر بول رہا ہے لوگو

واحسینا

شام کی بھیڑ میں چلنا ہے کٹھن زینبؑ کو
خواہر شاہ شہیداں بے رِدا ہے لوگو

واحسینا

مجلس و ماتمِ شبیرؑ بپا کرتے رہو
ہر عزادار کو زینبؑ کی دعا ہے لوگو

واحسینا

جب کسی نے کبھی مانگا ہے خدا سے اپنے
پنجتن پاک کا صدقہ ہی ملا ہے لوگو

جو ہے نقوی نے لکھا نوحۂ غم سرور کا
در شبیرؑ کی اس کو یہ عطا ہے لوگو

واحسینا

الوداعی نوحہ

کہتے حرم تھے سید ابرار الوداع
سید کا گلا شمر کی تلوار الوداع

پامال بدن باندھ کے لائے تھے شاہِ دیں
ابنِ حسنؑ اے قاسمؑ ناچار الوداع

جب تک رہے بازو نہ لٹی چادرِ زینبؑ
عباسِ علیؑ شہ کے علمدار الوداع

زینبؑ اُٹھا کے لائیں تھیں چوتھے امام کو
مجبور بہن بھائی کی غمخوار الوداع

بیکس بہن نہ رو سکی بھائی کی لاش پر
اے بنتِ علی کی شہ کی عزادار الوداع

مادر کے دل میں رہ گئی سہرے کی آرزو
ہم شکلِ نبیؐ اکبرؑ دلدار الوداع

بے پردہ حرم اور تھا بازارِ شام کا
بیکس امامؑ عابدِ بیمار الوداع

قرآن سناتا تھا جو نیزے کی نوک پر
اے مومنوں کے سید و سردار الوداع

بولیں رُباب ننھی سی تربت کو دیکھ کر
ہے قافلہ اب جانے کو تیار الوداع

نقوی پڑھو نوحہ کرو ماتم امامؑ کا
رو رو کے کہو کُل کے مددگار الوداع